

سرمایہ کاری صرف خواب ہے!

2018ء کا ایکشن ہو چکا تھا۔ عمران خان ملک کے وزیر اعظم بن چکے تھے۔ لگتا تھا کہ ملک کی تقدیر بدل جائے گی۔ معلوم ہوتا تھا کہ پاکستان میں خان صاحب ایک ایسی جو ہری تبدیلی لائیں گے کہ ترقی کے عرصے سے بند دروازے یک دم اس قوم پر کھل جائیں گے۔ اس ماحول میں یورپ میں عرصہ سے مقیم ایک انتہائی زیرک تاجرنے باہمی دوست کے ذریعے رابط کیا۔ خیر بات چیت شروع ہو گئی۔ وہ تاجر پاکستانی نژاد تھا۔ اس کی رگوں میں اپنے وطن کی محبت کوٹ کر بھری ہوئی تھی۔ سادگی سے گفتگو کرنے والے کاروباری آدمی جسے علم تھا کہ کاروبار اور ترقی کیسے کی جاتی ہے۔ خیر چند ہفتوں بعد لاہور تشریف لائے۔ ملاقات ہوئی۔ خواہش کا اظہار کیا کہ ملک میں حد درجہ کثیر سرمایہ کاری کروانا چاہتے ہیں۔ کوئی آٹھ سے دس بلین ڈالر کی۔ اور یہ رقم بڑھ بھی سکتی ہے۔ ان کا یورپ میں صحت کے شعبہ میں کمال کا میا ب کام تھا۔ ذاتی ہسپتال، اریا یمبولینسوس کا نیٹ ورک اور یورپ ہی میں ہر طرح کے کاروباری اور سیاسی لوگوں سے ذاتی ترین تعلق۔ طے پایا کہ لاہور یا اسلام آباد میں ایک مکمل ”نیا میڈیکل سٹی“ بنادیں گے۔ جس میں بڑے بڑے ہسپتال، مریضوں اور ان کے لواحقین کے ٹھہر نے کے لئے فائیو سٹار ہوٹل، ڈاکٹروں اور سٹاف کے لئے حد درجہ آرام دہ گھر، ہیلی کاپٹروں کے ذریعے مریضوں کو وہاں تک لانے کے بھرپور انتظامات موجود ہونگے۔ یہ ”میڈیکل ٹورازم“ کا جدید ترین نمونہ بن جائے گا۔ یہ بھی طے پایا کہ دس سے پندرہ فیصد سہولیات سفید پوش اور غریب طبقہ کے لئے بالکل مفت ہونگیں۔ یہ سب کچھ مجھے حد درجہ خوشگوار خواب کی طرح محسوس ہوا۔ مگر جب کام کا آغاز ہوا اور پیپر ورک شروع کیا گیا، تو معلوم ہوا کہ یہ توحد درجہ مشکل کام ہے۔ سب سے پہلے تو یہ معلوم نہیں ہو پا رہا تھا کہ پاکستان میں کس سے ملا جائے تا کہ بین الاقوامی سطح کی سرمایہ کاری عرضت اور بہتر انداز سے قائل ہو جائیں کہ انہیں پاکستان میں حد درجہ سہولیات دی جائیں گی۔ میں نے وزیر اعظم کے ایک معتمد خاص جن کا تعلق بھی سول سروس ہی سے تھا۔ رابطہ کرنے کی کوشش کی۔ رابطہ نہ ہو سکا۔ وہ ریٹائرڈ ایم بی کے افسر تھے اور خان صاحب کے ساتھ ان کا گہر اتعلق تھا۔ خیر بڑی مشکل سے ان سے رابطہ ہوا۔ موصوف کو بتایا کہ جناب یورپ کا ایک گروپ، آپ کی چھتر چھایہ کے نیچے آٹھ سے دس بلین ڈالر کی سرمایہ کاری کرنا چاہتا ہے۔ حیرت کی انتہائی رہی جب اس مشیر نے انتہائی بے دلی سے میری بات سنی۔ اور اس طرح کا عملی مظاہرہ کیا جسے سرمایہ کاری تاجر کوئی انتہائی چھوٹے درجے کے اچھوت ہیں۔ اور وزیر اعظم سے

ملاقات کر کے صرف خان صاحب کا وقت بر باد کریں گے۔ رعونت سے فرمانے لگے کہ آپ یہ تو بتائیں کہ یہ کون لوگ ہیں۔ ان کے تفتیش کرنے کے انداز سے حد درجہ مایوسی ہوئی۔ گمان تھا کہ وہ تو فرمائیں گے کہ آج ہی ان لوگوں کی ملاقات وزیر اعظم سے ہو جائے گی۔ خیر ایسا کچھ بھی نہیں ہوا۔ مجھے حد درجہ مایوسی ہوئی کہ ان لوگوں کو سرمایہ کار اور تاجر طبقہ سے عزت کا ناطہ جوڑنے کی الف بے کا علم نہیں۔

خیر، میں پھر بھی اپنی بساط کے مطابق سنجیدہ کوشش کرتا رہا کہ کسی طرح یہ خطیر سرمایہ کاری ہمارے ملک میں ہو جائے۔ یورپ سے میرے دوست تاجر اب پاکستان آنا جانا شروع ہو گیا۔ ایک دن بڑا گھبراۓ ہوئے فون آیا۔ کہ میڈیکل سٹی کے فیزا بلٹی بنانے کے لئے چار بین الاقوامی ماہرین اپنے خرچے پر لے کر آیا ہے۔ انہیں ایئر پورٹ پر پاکستان کا ویزہ نہیں مل رہا۔ ان تمام ماہرین کا تعلق ان مغربی ممالک سے تھا جہاں سے پاکستان آنے کے لئے باقاعدہ سفارت خانے سے ویزہ لگوانے کی ضرورت نہیں تھی۔ قیامت خیر بات یہ ہوئی کہ آخری موقع پر ممالک کی وہ فہرست تبدیل کر دی گئی۔ اس کی اطلاع کسی کو بھی نہ ہو پائی۔ حد تو یہ ہے کہ وزارت خارجہ نے نئی فہرست انٹرنیٹ پر جاری ہی نہیں کی۔ ماہرین اٹھائیں گھنٹے اسلام آباد ایئر پورٹ پر خوار ہوتے رہے۔ پھر وزارت داخلہ میں منت سماجت کر کے انہیں تین چار دن پاکستان میں داخل ہونے کی اجازت ملی۔ بہر حال جب تھکے ہارے ماہرین سرینا ہوٹل پہنچے تو وہ اتنے پریشان تھے کہ ہمارے ملک سے ان کی دلچسپی تقریباً نہ ہونے کے برابر ہو چکی تھی۔ بڑی مشکل سے انہیں اسلام آباد کے گرد و نواح میں لے جایا گیا۔ بہر حال انہوں نے بڑی محنت سے اپنا کام مکمل کیا اور دو تین دنوں میں واپس چلے گئے۔ مگر جاتے ہوئے بتا گئے کہ اب وہ کسی صورت میں پاکستان نہیں آئیں گے۔ کیونکہ یہاں کسی قسم کا کوئی نظام نہیں ہے۔ میرے اس دوست نے اب پھلی سطح پر زور آزمائی شروع کی۔ وہ بھی اسلام آباد میں بابوؤں کے ہاتھوں خوار ہوتا چلا گیا۔ مگر ہمت نہ ہاری۔ دوہی گئے۔ دوہی کے بہت وسیع اسلامی بینک کے صدر سے میری فون پر بات کروائی۔ وہ اماراتی تھے مگر صاف انگریزی زبان بول رہے تھے۔ کہنے لگے کہ وہ پاکستان کے لئے اس گروپ کو ہر طرح کی معاشی سہولت دینے کے لئے تیار ہیں۔ پاکستان سے ان کا خلوص اور پیار صاف جھلک رہا تھا۔ یہ بھی کہا کہ ملک کے نئے وزیر اعظم سے انہیں بہت زیادہ توقعات ہیں۔ اور بڑی خوشی سے میڈیکل سٹی بنانے کے لئے تعاون کریں گے۔ اب ہوا یہ کہ میرا دوست اکثر اسلام آباد آنے لگا۔ دفاتر میں چکر لگنے کا طویل سلسلہ شروع ہو گیا۔ خان صاحب کے نزدیک لوگوں نے تو خیر عدم تعاون کی انتہا ہی کر دی۔ خان صاحب کی حکومت کے کسی سنجیدہ شخص نے ان کی مذرا تی نہیں کی۔ دو

چار بار آنے کے بعد مجھے کہا کہ واپس جا رہا ہے۔ اس ملک میں سرمایہ کار کی کسی قسم کی کوئی تو قیر نہیں ہے۔ اور یہاں کام کرنا بہت زیادہ مشکل اور مہنگا ہے۔ اب کبھی بھی پاکستان نہیں آئیں گے۔ ایک حد درجہ چونکا دینے والی بات بھی کی۔ اب مغربی بیانکوں نے پاکستان میں سرمایہ کاری کرنے کے لئے قرض یا سہولیات دینے سے انکار کر دیا ہے۔ خان صاحب کی حکومت کو آئے ہوئے ڈیڑھ سال ہو چکا تھا۔ میں نے یہ بات من و عن، ایک اہم سیاسی آدمی کو بتائی۔ مگر یہ اہم ترین بات بھی ہوا میں اڑ کر رہ گئی۔ سرمایہ کاری تو دور کی بات۔ گزشتہ دو تین برسوں میں میرا تاجر دوست پاکستان آنے ہی سے منکر ہو چکا ہے۔ سرکاری دفاتر کی غیر سنجیدگی اور وزیر اعظم کے قریبی مشیران کے حد درجہ ادنی رویہ کی بدولت، آٹھ سے دس بلین ڈالر کی سرمایہ کاری سے ملک محروم ہو گیا۔ دیکھا جائے تو ترقی کا ایک باب کھلنے سے پہلے ہی بند ہو گیا۔

یہ سب کچھ ایک مجبوری کی وجہ سے لکھ رہا ہوں۔ کچھ دن پہلے ایک پاکستانی کاروباری شخص میرے پاس تشریف لائے۔ ان کی عمر کوئی چالیس برس کی ہے۔ یعنی نوجوان اور حد درجہ صلاحیت والے بنس میں۔ اس نوجوان نے اس ملک میں حد درجہ ترقی کی ہے۔ جو ان عمری میں اتنی کاروباری ترقی کم لوگ ہی کر پائے ہیں۔ مجھے کہا کہ وہ اپنے چند دوستوں کے ساتھ مل کر ایک ”نیا میڈیکل سٹی“، بنانا چاہ رہا ہے۔ جہاں بین الاقوامی سطح کے ہسپتال اور دیگر سہولتوں ہوں۔ ہمیں تم بھائیں کہ یہ خواب کیسے شرمندہ تعبیر ہو سکتا ہے۔ میں نے ہنسنا شروع کر دیا۔ مجھے غیر سنجیدہ دیکھ کر پریشان ہو گیا۔ کہنے لگا کہ وہ تقریباً دو ڈھانی سوارب روپے سے کام شروع کر سکتا ہے۔ ہنسنے کی وجہ بار بار پوچھنے پر مجبوری میں بتانی پڑی۔ کہ کیسے یورپ سے آئے ہوئے پاکستانی سرمایہ کار کو با باؤں اور مشیروں کے ہاتھوں خوار ہو کر بے مراد واپس جانا پڑا۔ یہ بھی کہا میں ان کی کوئی مدد نہیں کر سکتا۔ وہ خود ہی اسلام آباد تشریف لے جائیں۔ اور وزیر اعظم سے بات کر لیں۔ اس پروجیکٹ میں میری طرف سے شمولیت سے بھی مکمل معدرت ہے۔ خیر وہ صاحب واپس تشریف لے گئے۔ ابھی تک ان کی جانب سے مجھے کوئی اطلاع نہیں ملی، کہ ان کے پروجیکٹ کو کسی معتبر شخص نے گھاس بھی ڈالی ہے یا نہیں۔ مکمل خاموشی سے تھوڑا سا اندازہ ہوا ہے کہ انہیں بھی کوئی نہ کوئی تلخ تجربہ ہو چکا ہے۔ اور اب ملک کی خدمت کا جذبہ سرد پڑتا جا رہا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ میں غلط ہوں۔ مگر قومی امکان ہے کہ وہ نوجوان بنس میں، میرے غیر ملکی تاجر دوست کی طرح خوار ہو کر تھوڑی دیر میں بے دم ہو جائے گا۔

خان صاحب اور ان کے حوار لوں نے ظلم یہ کہا ہے کہ ہر سرمایہ کار، تاجر، بنس میں کو جو بنا ڈالا ہے۔ ہر وقت

فلائ کر پٹ، فلاں ملکی خزانہ لوٹ کر لے گیا۔ اس طرح کی آوازیں لگا لگا کرس رمایہ کاری کے عمل کو ہی جرم بنادیا ہے۔ ہر ایک کی گپڑی اچھالنا، اچھے اور بہتر کام کرنے والے افسروں کو خراب کرنا، اب اس حکومت کا وظیرہ ہے۔ اب تو مجھے ان پر ترس آتا ہے۔ جس پیسے کے لئے یہ حکومت چین، روس اور آئی ایم ایف کے سامنے سر بسجود ہے۔ اتنا پیسا اور سرمایہ کاری تو انہوں نے اپنی غیر سنجیدگی سے ضائع کر ڈالی ہے۔ مگر کوئی انہیں سمجھانے والا نہیں۔ کوئی ان پر اعتماد کرنے کو تیار نہیں۔ ویسے بھی اب وقت ان کے ہاتھوں سے ریت کی طرح پھسل چکا ہے۔ اب تو مکافات عمل کا وقت ہے۔ آگے دیکھئے کیا ہوتا ہے!